BEFORE AND AFTER ISLAM THE INITIAL AND ENDING STAPES OF CURRENCY

کرنسی کی ابتدائی و انتہائی ترقی کے مراحل قبل از اسلام و بعد از اسلام

Imtiaz Ahmed Khoso, Research Scholar, Dept. of Islamic Learning, University of Karachi. Drimtiaz1@gmail.com
Aijaz Ali Khoso, Asst. Prof. University of Sufism and Modern Sciences, Bhitshah, Sindh. aijaz.khoso80@gmail.com
Zahid Hussain Chana, Asst. Prof. Shaheed Benazir Bhutto University, Shaheed Benazirabad, Sindh. Zahid.channa@yahoo.com

ABSTRACT: *In this article we will discuss the necessity of currency and it's begging, ending steps in the light of Qur'an and Sunnah, Ijma-e-Umma and religious researchers.*

KEYWORDS: *Battering System, Commodity Money System, The history of currency and cards in the view of historical scholars*

اس وقت کے دراہم ودنانیر کی ابتدا سے لیکر اور آج تک کے کرنسی کی انتہاء تک اور اس پر گذرے ہوئے تغیرات وتبدلات پر ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

مقایضہ اشیاء کا اشیاء کے ذریعے تبادلے کا نظام:

پرانے زمانے میں سادہ لباس وخوراک کی وجہ سے عام لوگوں سے لیکر اونچے طبقے کے لوگوں تک کی خواہشات محدود تھیں ہر ادنی شخص سے لیکر اعلی شخص تک ہر آدمی اپنی خواہشات اپنے پسینے اور کمائی سے پوری کرلیتا تھا، لیکن تدریجی طور پر اس ترقی یافتہ تہذیب وتمدن نے انسانی ضروریات وخواہشات کی بے لگام دوڑ کو اتنے بڑے پیمانے تک پھیلا دیا کہ وہ اپنی ضروریات وخواہشات کو اکیلا خود پورا نہیں کرسکتا تو لوگوں نے ان تمام امور کو آپس میں تقسیم کرلیا اور ہر ایک نے ایک سے ایک نیا کام سنبھالا اور آپس میں اشیاء کا تبادلہ کرنا شروع کردیا کو جسکو تمام مؤرّخین اور فقہائے کرام مقایضہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اس تہذیب کے اوائلی ایام میں جب سکوں اور نقود کا وجود نہ تھا لوگ اشیاء کو اشیاء کے مقابلے میں بلاواسطہ بطورِ لین دین کے استعمال کرنے لگے یعنی جو جس پیشے کے ساتھ تعلق رکھتا تھا وہ اسی چیز کو آگے دیکر اپنی ضروریات کرلیتا تھا، لیکن تغیراتِ زمانہ نے انسان کو اس طرح سے ضروریات پوری کرنے میں انتہائی سخت سے سخت پریشانیوں میں ڈالدیا تھا جس سے بالآخر کرنسی کے دریافت کے بعد نجات مل گئی، جیساکہ صاحبِ النقود والبنوک اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: وقد تقی المقایضۃ باحتیا جات المجتمعات الفطریۃوالبدائیۃ، ولکن مع اتسساع نطاق المبادلۃ وتطور المجتمعات أصبحت المقایضۃ عاجزۃ عن الوفاء با حتیاجات الناس، وظہرت لھا عدۃ عیوب(۱).

کافی حدتک بارٹرر سسٹم نے لوگو کی اہم حوائج واِمور کو پورا کیا، لیکن سامان کے تبادلے میں اس بدلتی ہوئی نظام نے اسکے ذریعے لوگوں کو کافی مشکلات وپیچیدگیوں میں ڈالدیا تھا جس کے نتیجے میں لوگ اس سسٹم کے ذریعے اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے سے عاجز آگئے تھے اسکے ساتھ ساتھ اس نظام میں کئی مختلف قسم کی خامیاں پیدا ہو گئی تھیں۔

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلیؒ بیع مقایضہ کے دشواریوں کے بارے میں لکھتے ہیں :کان الناس فی المجتمعات البدائیۃ أوالفطریۃ یتعاملون ویتبادلو ن السلع والخدمات عن طریق المقایضۃ:وھی مبادلۃ السلعۃ بالسلعۃ ،کمبادلۃ القمح بالشعیر(۲).

ترجمہ :لوگ ابتدائی طور پر اپنے معاشرے میں سامان اور خدمات کے حصول کیلئے مقایضہ کا طریقہ استعمال کرتے تھے اور مقایضہ سامان کے بدلے سامان کی بیع کو کہا جاتا ہے،مثال کے طور پر گندم کے بدلے جو لینا۔

صاحب مصباح المنیر مقایضہ کے بارے میں لکھتے ہیں وھی: معاوضۃ عرض بعرض ا ی مبادلۃ مال بمال کلاھما من غیر النقود أو مبادلۃ السلعۃ بالسلعۃ(۳).

ترجمہ : معاملمقایضہ فقہاء کی اصطلاح ہیںاس معاملے کو کہا جاتا ہے کہ اشیاء کا اشیاء کے عوض تبادلہ کیا جائے یا اشیاء کو چاندی اور سونے کے علاوہ دسری اشیاء کے ذریعے تبادلے کے عمل کو مقایضہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ،لیکن یہ کاروبا کا سسٹم انتہائی پیچیدہ اور مشکل تصور کیا جاتا تھا۔

ابو منصور ازہری مقایضہ کے سسٹم کے بارے میں اپنے خیالات اس طرح قلمبند کرتے ہیں: ممالاشک فی ان الناس استعملوا النقود مند فجر التاریخ، الا ان المجتمعات الفطریۃ تبادلت السلع والخدمات عن طریق المقایضہ(۴).

ترجمہ: اس بات میں کسی کا شک نہیں کہ تاریخ کی ابتدا سے ہی نقود کی بھی ابتدا ہو گئی تھی اس وقت معاشرے کے مختلف قسم کے طبقات نے سامان اور خدمات کی تغیر و تبدیلی کے لئے بیع مقایضہ کا سہارا لیا۔اور بعد ازاں بہت سارے پیچیدہ مسائل نے اس بیعِ مقایضہکے ذریعے جنم لیانمیں سے ایک بڑامسئلہ سب سے زیادہ پیچیدہ یہ تھا کہ اس مقایضہ سسٹم کے بناء پر ادھار پر معاملہ کرنے کی صورت میں بے شمار نزاع واقع ہوا کرتے تھے کہ جس سے شریعتِ مطہرہ نے پہلے سے ہی منع فرمادی ہے اور کاروباحضرات کیلئے ایک معمہ بن گیا تھا کہ وہ کس چیز پر بھروسہ کریں، جیسے بعض علماء اقتصادیین نے لکھاہے کہ ادھار لین دین میں پیچیدگیوں کاسامنا کرنا پڑتا تھا۔ فان الناس یحتاجون فی تعاملھم الی الاقراض والاقتراض والا یجار وما الی ذلک، فانہ الی جانب تعذر التعامل بالسلع فی نظیر مقابلھا وذاتھا فی فترۃ جدۃ فان الخلاف فی جودۃ السلعۃ المدفوعۃ عند الأجل ومطابقۃ مواصفاتھا أمار یثیر خلافات واشکالات متعددۃ(۵).

ترجمہ :انسان کو اپنے تمام تر روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے کاروباری لین دین میں ایک دوسرے سے ادھار لینے، دینے اور اسی طرح اجارہ جیسے معاملات وغیرہ کی طرف احتیاجی کی ضرورت پڑتی ہے۔تو مقایضہ سسٹم کی وجہ سے کاروبار کے لاتعداد معاملات نے بذریعہادھار بیع وشراء ،اجارہ کے معاملات کے اندر مختلف پیچیدگیاں پیدا کردی تھیں انسان کا بھروسہ بھی اس نظام سے ختم ہو گیا تھا ۔اسکے ساتھ ساتھ اور بھی کافی مشکلات وعیوب اس نظام میں پیدا ہو گئے تھے۔

چنانچہ ایک تحقیقی رسالہ مجلۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیہ میں ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی مقایضہ سسٹم کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اسکے ذریعے خرید و فروخت کے عیوب کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ،کہ اس میں لوگوں کی ضروریات کے مابین موافقت بالکل نہیں پاجاتا تھا۔ فان عملیۃ المقایضۃ مبنیۃ علی رغبۃ طرفی التبادل، کل منھا فی سلعۃ لأخر، وھذا ما یصعب تطابقہ و تحققہ، وفیہ مضیعۃ للوقت وادھار للجھد فی سبیل الوصول الی السلعۃ التی یرغب شرائھا(۶).

ترجمہ: اشیاء کو اشیاء کے ذریعے تبادلہ کرنے کا مدار طرفین کے چاہت اور منشاء پر عموماً ہوتا ہے، مثلاً ایک ناپید چیز کی خریداری کی چاہت جانبین سے ہے، لیکن وہ چیز ملتی نہیں ہے ایک دوسرے سے جس کی وجہ سے بہت سارے مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے ضروریات اور خواہشات کے مختلف ہونے کی وجہ سے اور ٹائم بھی کافی ضائع ہو جاتا ہے۔

ایک اور مشکل صورتحال یہ تھی کہ جو نظامِ زر میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے وہ ہے ذخیرہ اندوزی جو کہ اس سسٹم کے ذریعے ناممکن تھا بہت ساری اشیاء تبادلے میں تاخیر کی وجہ سے خراب ہو جاتی تھیں جسکی وجہ سے بڑے بڑے تاجرں کو بھاری مالی معاملات کا نقصان اٹھانا پڑتا تھا، جیسا کہ ڈاکٹر عجیل آگے فرماتے ہیں کہ ذخیرہ اندوزی میں مشکلات کا سامنا ہوتا تھا:

فان تخزين السلع بغرض المقايضة يعرفضها للتلف و تحتاج الى نفقات للتلف و تحتاج الى نفقات للتخزين قد تفوق، قيمتها، وقد يضطر المقايض فى مثال هذه الظروف الى عرض سلعته بثمن زهيد، ليستدرک تلفها، ريعرض نفسه فى هذا الى خسارة قد تكون كبيرة فى كثير من لأحيان (۷).

ترجمہ: کبھی کبھار اشیاء کی ذخیرہ اندوزی میں یہ خسارہ ہوتا تھا کہ اصل سامان کی لاگت سے بھی زیادہ خرچہ ہو جاتا تھا ایسی صورت میں واپاری کم نرخ پر بھی اپنی اشیاء بیچنے پر بڑے پیمانے کے نقصان سے بیچنے کیلئے راضی ہو جاتا تھا۔ مقایضہ سسٹم کی بناء پر خریدوفروخت کے ایک اور نقص کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی لکھتے ہیں کہ ایک چیز کی دوسری چیز کے عوض میں قیمت کی تعیین میں دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔

فاذا تعددت السلع فى الأسواق وجب كى تتم عملية التبادل أن تتحدد قيمة كل سلعة بالنسبة لكل السلع الأخرى، فاذا تحددت قيمة رأس من الغنم بقدار مائة كيلة قمح مثلا۔ فعلى أى أساس تتحدد قيمة رأس الغنم بالنسبة السلعة أخرى(۸).

ترجمہ: جس وقت بازارِ تجارت میں اشیا کی بہتات ہو اور مقایضہ سسٹم کی تکمیل کیلئے لازم ہے کہ ادلے بدلے کے معاملے کو پورا کرنے کیلئے ہر دوسرے کے بدلے میں آنے والی چیز کی قیمت متعین ہو، مثال کے طور پر اگر ایک بکری جسکی ق م ت سو کلو گندم متعین ہے تو اس صورت میں بکری کی قیمت دوسری چیز (یعنی گندم) کے عوض میں کس اصول کے ماتحت تعیین کرکے فیصلہ کیا جائے ۔مارکیٹ میں تو بہت ساری دوسری اشیاء بھی تھے تو ہر چیز کی قیمت کو بکری کی قیمت کے ساتھ متعین کرنا بہت ہی پیچیدہ عمل تھا جو کہ ناقابل العمل صورت تھی۔

مفتی تقی عثمانی صاحب مقایضہ کی دشواریوں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسمیں کافی دشواریاں تھیں مثلاًیہ کہ سامان کا ایک جگہ دوسرے جگہ لے جانا انتہائی دشوار تھا، اسمیں طلب و رسد کا ایک جگہ ملاپ کم ہوتا تھا، مثال کے طور پر ایک آدمی کو کپڑوں کی ضرورت ہے، لیکن کپڑے والے کو گندم کی ضرورت نہیں ہے، جسکی وجہ سے وہ لینا نہیں چاہتا اس طرح کے مختلف اجناس کو چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کرکے انکو کاروبار کی بنیاد بنانا مشکل تھا(۹)۔

کموڈٹی منی سسٹم (زرِبضاعتی نظام):

اس نظام میں اخص الخاص چیزوں کو ثمن کی حیثیت دیگر عام معاملات میں لین دین کا ذریعہ بنایا جاتا اور خصوصاً انہی چیزوں کو بطور تبادلے کے استعمال کیا جاتا جو کہ لوگوں کے مابین زیادہ رائج ہوتیں، مثال کے طور پر بسا اوقات گندم کو بطور تبادلے کے استعمال کیا جاتا اسی طرح لوہا، نمک وغیرہ۔ بعض فقیہ حضرات نے اس سسٹم کو 'سامانی نوٹ کے سسٹم' کے نام سے اپنے کتابوں میں ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ ڈاکٹر پروفیسر وہبۃ الزحیلیؒ لکھتے ہیں:

وبعد الاحساسبصعوبات المقایضۃ ،أوجدوا النقودالسلعیۃ : وھی السلع التی تعارف الناس علیھا لاستخدامھاوسیطاً فی المبادلات ،کالحیوانات واللبن والشای والتبغ وغیر ذلک ،ومنھا الابل فی الجزیرۃ العربیۃ .ولکن ھذہ السلع لاتصلح لکل المجتمعات ،وانما تصلح فقط فی المجتع الذی توجد فیہ تلک السلعۃ(۱۰).

خلاصہ: مقایضہ سسٹم کی دشواریوں کے بعد لوگوں نے اپنے مابین مشہور اشیاء کے ذریعے تبادلہ کا آغاز کیا، مثال کے طور پر حیوانات ،دودھ ،بکری اور تمباکو وغیرہ کے ذریعے اور جزیرہ عرب میں اونٹ وغیرہ ،لیکن اس طرح کی اشیاء تمام معاشرے کے افراد کی وسعت میں نہیں ہوتی ہیں، یہ اشیاء توصرف اسی معاشرے میں پائی جاسکتی ہیں جہاں پر یہ اشیاء موجود ہوں۔

علّامہ عوف محمود اس نقود السلعیہ کے نظام کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد اتخذت النقود السلعیۃ أشکالا متعددۃ، وکانت تختلف باختلاف البیئۃ و طریقۃ الناس فی العیش، ونوع المنتجات التی یحصلون علیھا بجھدھم و عملھم، فالشعوب التی تعیش علی شواطیئ البحار کانت تتخذ الأسماک نقوداً، والشعوب التی تعیش فی الصحاری والمراعی کانت تتخذ الحیوانات والجلود نقوداً۔ وقد اتخذت بعض الشعوب الأقمشۃ والسلاح نقوداً، وفی أواسط أفریقیا اتخذوا الخرز نقوداً، وفی جزر المحیط الھادی اتخذوا ریش الطیور الملونۃ نقوداً، وفی العصر الحدیث اتخذت ألمانیا بعد الحرب العالمیۃ الثانیۃ مباشرۃ السجائر نقوداً(۱۱).

ترجمہ: اشیائی نقود کے مروّجہ طریقے نے انسانی ماحول اور زندگی کے گذارنے اور کام کاج کے مختلف اور الگ طریقوں کے ہونے کی وجہ سے کافی پیچیدگیوں کو جنم دیا۔ ساحلِ سمندر پر بسنے والے مختلف قبیلوں نے بطورِ کرنسی کے مچھلی کو رائج کردیا، صحرائی علاقوں میں رہائش پذیر قبیلوں نے کھال اور حیوانات کو بطورِ نقود کے رائج کردیا، بعض قبیلوں نے کپڑے اور اسلحے کو بطورِ نقود کے رائج کیا ، وسطی ساؤتھ افریقہ میں جواہرات کو بطورِ کرنسی رائج کیا گیا اور کچھ لوگوں نے رنگے ہوئے پرندوں کے پروں کو بطورِ کرنسی کے رائج کردیا، عصرِ حاضر میں المانیا نے دوسری جنگِ عظیم کے بعد نیکوٹین کو بطورِ کرنسی رائج کیا تھا۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

مقایضہ کے بعد بعض اہم اشیاء کو ہی ثمن قرار دیا گیا مثلاً گندم، جَو، چمڑا وغیرہ کو۔ (۱۲).

محمد زکی شافعی ''مقدمہ فی النقود والبنوک'' میں فرماتے ہیں:

بعد أن أحس الناس بصعوبات المقایضۃ انتقلوا الی مرحلۃ النقود السلعیۃ، وھی السلع التی تعارف الناس استخدامھا کو سیط فی المبادلات: مثل الحیوانات،خ والبن والشای والتبغ و غیر ذلک۔ وقد شاع الاستعمال الابل فی الجزیرۃ العربیۃ ویتصف ھذا النوع من النقود بتوافر وجوہ استعمال اضافۃ لمادتہ، علاوۃ علی ما یتمتع بہ من استعمال نقدی۔ والحقیقۃ ان ھذہ الفصۃ لا تکفی لاعتبار تلک السلع نقوداً، وانما

یجب فضلاًعن ھذہ الصفۃ الاتزید قیمۃ الوحدۃ منھا فی استعمالھا النقدی زیادۃ محسوسۃ عن قیمتھا کسلعۃ فی وجوہ الاستعمال غیر النقدیۃ(۱۳).

ڈاکٹر عبد العزیز ہ یکل اپنے کتاب موسوعۃ المصطلحات الاقتصادیۃ میں لکھتے ہیں:

النقود السلعیۃ وھی عبارۃ عن سلع معینۃ یتعارف علیھا الناس تستعمل وسیطا بینھم فی مبادلاتھم ومعاملاتھم ومن امثلۃ ھذالنوع من انواع النقود :الماشیۃ بأنواعھا ،والقمح ،والملح ،والتمر۔فلما کثرت التبادلات وتطور ت الاحتیاجات وتوسعت المعاملات صارت المقایضۃ لا تفی بحوائج الناس ومعاملاتھم ،فانتقلوا الی النقو دالسلعیہ وصارت وسیطاللتبادل بینھم (۱۴).

زر بضاعتی کا سسٹم بھی بیعِ مقایضہ کے پیچیدگیوں کو ختم نہ کر سکا، کیونکہ ہر علاقے میں رہائش پذیر لوگوں نے اپنے اپنے کرنسی رائج کئے ہوئے تھے جو کہ دوسرے علاقے والوں کیلئے ایک غیر فائدہ مند چیز تھی، اسلئے لوگ ایسی چیز کی طرف سوچنے پر مجبور ہوئے جو کہ سب کیلئے ہر جگہ ایک ہی چیز بطورِ معیار کے کردار ادا کرسکے، تو باآخران تمام مسائل سے نجات حاصل کرنے کیلئے سونے اور چاندی کا سہارا لیا گیا۔

کرنسی اور کارڈ کی حقیقت علماءِ مؤرخین کی نظر میں:

مولانا زین العابدین امین اپنی مخصوص تحقیقی مضمون (سکّے سے کریڈٹ کارڈ تک) میں لکھتے ہیں کہ ،۷ویں صدی عیسوی سے قبل تجارت میں لین دَین کیلئے بارٹر سسٹم رائج تھا۔۔۔الخ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے زمانے تک چین میں چاقو کرنسی کی حیثیت رکھتا تھا، جبکہ افریقا میں ہاتھی کے دانت کرنسی کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔پہلی جنگِ عظیم تک نمک اور بندوق کے کارتوس امریکا اور افریقا کے بعض حصوں میں کرنسی کے طور پر استعمال ہوتے رہے۔

آٹھویں صدی عیسوی سے پہلے جاپان میں تیر کے سر، چاول اور سونے کا چورا، رقم کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے فوراً بعد آسٹر یا میں فلیٹ کا ماہانہ کرایہ سگریٹ کے دو پیکٹ تھا۔ جزائر میں ۱۹ویں صدی تک سپرم وہیل کے دانت بطورِ کرنسی استعمال ہوتے تھے۔ایک دانت کے بدلے ایک کشتی خریدی یا خون بہا ادا کیا جاسکتا تھا۔پھر سونے اور چاندی کے سکے کو لین دَین کیلئے جگہ جگہ معیار سمجھا جانے لگا۔پھر باقاعدہ ۷ویں صدی عیسوی میں ترکی کے صوبے مانیسہ کے ایک علاقے لیڈیا ہیں سونے اور چاند پر مہر لگا کر سکے بنانے کا کامشروعھوا۔یوں سونا اور چاند یمعیشتکیا کا ئیبنگئے اور لیڈیا ہیں پہلے سونے، چاندیا ور الیکٹر مکے سکے بنانے کی لئے (منٹ) دھاتوں کو کرنسی کی خاص صورت میں ڈھالنے کی فیکٹری قائم ہوگئ۔سکے میں جب لوگوں کو آسانی نظر آئی اور انکی بغیر کسی جھگڑے کے ہونے لگی تو جلد ہی یہ طریقہ قریبی ملک مصر تک پہنچ گیا، جہاں پر اسکو منٹ کے بجائے کریٹ کا نام دیا گیا۔پھر سکے بنانے کا طریقہ مصر سے ہوتا ہوا مشرقِ وسطیٰ تک پہنچ گیا، رفتہ رفتہ یہ سلسلہ کوریا، جاپان اور یورپ کے اکثر علاقوں میں شروع ہو گیا یہاں تک کہ برِّ صغیر میں بھی سکے تیار ہونے لگے (۱۵)

شمارہ نمبر ۲۰ میں مولانا زین العابدین امین نے مزید وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کرنسی بننے کیلئے ایک ایسی چیز کا ہونا ضروری تھا جو پائیدار ہو، کم یاب ہو اور ضخیم بھی نہ ہو۔یہی وجہ تھی کہ سونے، چاندی، تانبے اور کانسی کے سکے ہر جگہ رائج ہونے لگے۔آج جس طرح کاغذی کرنسی میں سے ڈالر عالمی کرنسی پر چھایا ہوا ہے، اسی طرح بہت سے سکے بھی اپنے زمانے میں عالمی

کرنسی پر چھائے رہے۔۱۴۵۰ء سے ۱۵۳۰ء عالمی تجارت پر پرتگالی سکے کی دھاک رہی۔۱۶۴۰ء تک یہ اعزاز اسپینی سکے کے پاس رہا ۔ادھر ولندیزی (ڈچ) سکّہ بھی معاشی بلندیوں کو چھورہا تھا جو بالآخر اسپینی سکّے کے بعد دھاتی کرنسی کا راج دلارابنا اور ۱۷۲۰ء تک کرنسی پہ حکومت کرتا رہا۔بعد ازاں رفتہ رفتہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ،فرانسیسی سکّہ ۱۷۲۰ء سے ۱۸۱۵ء تک تجارتی دنیا کا حکمران رہا۔لیکن ہر عروج کو زوال کے پیش نظر اس کی جگہ برطانوی پاؤنڈ (سکّہ) آگیا اور ۱۹۲۰ء تک تمام معیشت پر حکمرانی کرتا رہا۔بالآخر سکّے کو کریڈٹ کارڈ میں تبدیل کر دیا گیا۔

پاکستان میں (سکّے سے کریڈٹ کارڈ تک) تیاری کے کچھ مراحل:

سکّہ ڈھالنے کے پہلے مراحل میں دھات کے بلاکوں کو ایک سائز میں ڈھالا جاتا ہے۔پھر دھات کو پگھلا کر سانچے میں ڈال کر شیٹس تیار کی جاتی ہیں۔انکی موٹائی ۱۰ ملی میٹر تک ہوتی ہے۔دوسرے مرحلے میں بلاکوں کو مختلف سائزوں کے رولرز سے گزار کر ایک خاص چوڑائی کی پلیٹوں کی شکل دی جاتی ہے۔اس مرحلے میں سکّے کے سائز کی ایلومینیم شیٹ کی کٹنگ مشینوں کے ذریعے کی جاتی ہے۔اس عمل سے پتلی اور لمبی رولنگ پٹی بنتی چلی جاتی ہے۔اس کو رنگ کٹ کیا جاتا ہے،بعد ازاں اس رنگ کٹ کی موٹائی ۲ء۱ ملی میٹر کے برابر کیا جاتا ہے۔ایک کٹنگ مشین روزانہ ۱۶ لاکھ سکّوں کی کٹائی کرتی ہے۔سکّے کے سائز کی کٹائی کے بعد جو سکّہ باہر نکلتا ہے اس کو دوبارہ بھٹی میں پگھلا کر رنگ کٹ کیا جاتا ہے۔ایک روپے اور ۲ روپے سکّے کی کٹائی کرنے والی ایک مشین ایک منٹ میں تقریباً ۹۰۰ سکّے نکالتی ہے۔ تیسرے مرحلے میں دھات کی پلیٹوں کو مطلوبہ سکّوں کی پرنٹنگ کے لیے مشینوں میں سیٹ کیا جاتا ہے اور ان پر پرنٹنگ کی جاتی ہے۔چوتھے مرحلے میں پرنٹنگ کے بعد سکوں کی کٹنگ مشینوں میں پلیٹوں کو رکھا جاتا ہے اور سکّوں کی کٹائی کی جاتی ہے۔پانچویں مرحلے میں سکوں کی دھلائی کا کام کیا جاتا ہے اور سکّوں کو دھونے کے بعد سپنر میں خشک کیا جاتا ہے۔سکّوں کی تیاری میں مختلف دھاتیں استعمال ہوتی ہیں،مثلاً: سونا،چاندی،پلاٹینم،کاپر،ٹن،نکل، ایلومینیم،زنک اور آئرن کے علاوہ دھاتیں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔انکے ملاپ سے اعلیٰ کوالٹی کے سکّے تیار کیے جاسکتے ہیں۔پاکستان منٹ میں دو قسم کے سکّے تیار کیے جاتے ہیں

- ریگولر،جو ہم روزمرہ استعمال کرتے ہیں۔
- کیمورٹر،جو خاص مواقع پر تیار کیے جاتے ہیں،مثلاَ: نشانِ حیدر، نشانِ قائدِ اعظم،تمغہ امتیاز،ہلالِ پاکستان، نشانِ امتیاز وغیرہ۔

پاکستان میں ایک، ۲ اور ۵ روپے کے سکّے تیار ہوتے ہیں۔ہمارے ملک میں استعمال ہونے والے یہ سکّے لاہور شہر میں (پاکستان منٹ) میں تیار ہوتے ہیں۔(پاکستان منٹ کیا ہے؟) یہ دراصل کرنسی کیلئے سکّے مہیا کرنے کی صنعت ہے،جو منسٹری آف فنانس کے ماتحت ہے، جبکہ سکّوں کی سرکیلیشن اسٹیٹ بینک آف پاکستان کرتا ہے۔(پاکستان منٹ) کے انچارج کو (منٹ ماسٹر) کہا جاتا ہے اس میں ۷۴۵ ملازمین کام کرتے ہیں۔(پاکستان منٹ) کا رقبہ ۱۴۰ا ایکڑ ہے۔اس میں ۱۹۴۸ء میں ایک روپیہ، ۸ آنے، ۴ آنے، ۲ آنے اور ایک آنے کی پروڈکشن شروع ہوئی۔اس وقت روپیہ ۶۴ پیسے کا تھا۔۱۹۵۱ء میں ایک پیسے کا سکّہ متعارف کروایا گیا

۔۱۹۶۱ء میں ۵ اور ۱۰ پیسے کا سکہ جاری ہوا، جبکہ ۱۹۷۹ء میں ایک، ۵ اور ۱۰ پیسے کی پروڈکشن ختم کر دی گئی۔ ۱۹۶۳ء میں ۲۵ پیسے اور ۱۹۶۴ء میں ۲ پیسے کا سکہ جاری ہوا۔ ۱۹۶۵ء میں جب اعشاری نظام متعارف ہوا تو روپیہ ۱۰۰ پیسے کا ہو گیا، پھر ۲ آنے، ۴ آنے اور ۸ آنے ختم کر دیے گئے اور ۱۰۰ پیسے کو ایک روپے، ۸ آنے کو ۵۰ پیسے اور ۴ آنے کو ۲۵ پیسے کے برابر کر دیا گیا اور ۱۹۷۹ء میں ایک روپے کے سکے کی پروڈکشن شروع کر دی گئی (۱۶)۔

مذکورہ بالا موضوع پر مولانا زین العابدین امین (شمارہ نمبر ۲۱) میں مزید تفصیل ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سکّے کے بعد جس چیز کو تاریخ میں بطورِ پیسہ کے استعمال کیا گیا، وہ ہے نوٹ۔ دنیا کا سب سے قدیم پیسہ (گائے) سے لے کر سکّے تک تمام اقسام کے پیسوں میں یہ خوبی تھی کہ اگر ان میں اضافہ کرنے کی ضرورت کسی وجہ سے بھی پیش آتی تو بغیر مشقت کے ان میں اضافہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یعنی ان چیزوں میں حقیقی اضافہ ہی ان کی مقدار میں اضافے کا باعث بنتا۔ اس طرح حقیقی چیزوں اور پیسوں کے درمیان تعلق انتہائی مضبوط تھا، کسی ایک جانب سے بڑھوتری کا دارومدار دوسرے کی بڑھوتری پر تھا۔ حقیقی اشیا اور ان کا پیسے کے طور پر کردار ادا کرنا، ایسے ہی جیسے کوئی چیز اس کا سایہ، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ جب جلد امیر ہو جانے اور حکمرانی کا نشہ طاری ہو تو انسان بے حد لالچی بن جاتا ہے۔ جہاں احساس، قانون، باضمیری اور بھیانک مستقبل کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ لالچ اور ہوس نے انسان کو پہلے سکّے کھوٹے کرنے کی ترکیب سجھائی۔ اس کے بعد اس ایجاد کا جس انسان کی آسانی سمجھا گیا تھا، بے جا استعمال کیا گیا۔ یعنی سکّے کی جگہ کاغذی رسید نے لے لیا اور اس طاقت کو الٹ استعمال کر کے کاغذی نوٹ جاری کیے۔ اس طرح کہ کاغذی رسیدیں اور نوٹ حقیقی سکّے سے زیادہ چھاپ دیے، گویا (تخلیقِ پیسہ بغیر کسی پیسے)۔ اس سے آسودگی نہ ہوئی تو قدم رکھ دیا برقی پیسے کے جال میں، جہاں کاغذ کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف ایک بٹن دبا دینے سے انسان دولت میں نہا جائے۔ مگر ظاہر ہے اس کے نتائج بہت بھیانک نکلے۔ پوری عوام کی حالت تباہی کا شکار ہوئی۔ بالآخر ۱۹۶۳ء میں لوگوں نے صرافوں کا رخ کیا خصوصاً ۱۹۴۰ء میں برطانوی خانہ جنگی کی وجہ سے لوگوں نے صرافوں کے تجوریوں کو زیادہ محفوظ سمجھا۔ پھر یہ بھی اپنی دھوکہ بازی کی وجہ سے ناکام ہوئے یعنی لوگوں کے جمع کردہ سکّے بغیر بتائے آگے قرض پر دینا شروع کر دیے اور خیانت کرنا شروع کر دی۔ صراف چوری کے پیسوں پر سود بھی کما رہے تھے (۱۷)۔

حواشی و حوالہ جات:

(۱) محمد ذکی شافعی، دار النہضۃ العربیۃ قاہرہ مصر ۱۹۸۳ء، مقدمۃ فی النقود والبنوک ۱۶، ۱۴
(۲) د: وہبۃ الزحیلی، دار الفکر المعاصر بیروت، المعاملات المالیۃ المعاصرۃ ۱۵۰
(۳) ابو عباس احمد بن محمد فیومی، المصباح المنیر ۱۶/۲ ۷
(۴) ابو منصور الازہری، وزارۃ الأوقاف کویت ۲۰۰۴ء، الزاہر فی غریب الفاظ الشافعی ۲۲۰
(۵) عجیل جاسم النشمی، مجلۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ کویت یونیورسٹی کویت ۱۴۰۹ھ، العملۃ واحکامھا فی الفقہ الاسلام ۲۶۱

(۶) عجیل جاسم النشمی، مجلۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ کویت یونیورسٹی کویت ۱۴۰۹ھ، العملۃ واحکامھا فی الفقہ الاسلام ۲۶۱

(۷) عجیل جاسم النشمی، مجلۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ کویت یونیورسٹی کویت ۱۴۰۹ھ، العملۃ واحکامھا فی الفقہ الاسلام ۲۶۱

(۸) عجیل جاسم النشمی، مجلۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ، کویت یونیورسٹی کویت ۱۴۰۹ھ، العملۃ واحکامھا فی الفقہ الاسلام ۲۶۱

(۹) القاضی مفتی محمد تقی عثمانی، ادارۃ المعارف کراچی، اسلام اور جدید معیشت ۹۳

(۱۰) د: وہبۃ الزحیلی دار الفکر المعاصرہ بیروت، المعاملات المالیۃ المعاصرۃ ۱۵۰

(۱۱) عوف محمود کفراوی، دار الجامعات المصریۃ قاہرہ مصر ۱۴۰۷ھ، النقود والمصارف فی النظام الاسلامی ۳۰

(۱۲) جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی، ادارۃ المعارف کراچی، اسلام اور جدید معاشی مسائل ۹۶

(۱۳) محمد ذکی شافعی، دار النہضۃ العربیۃ قاہرہ مصر ۱۹۸۳ء، مقدمہ فی النقود والبنوک ۴۰

(۱۴) ڈاکٹر عبد العزیزہ یکل، دار النھضۃ العربیۃ لبنان الطبعۃ الثانیۃ (۱۴۰۶ھ) موسوعۃ المصطلحات الاقتصادیۃ والاحصادیۃ ۱۵۴

(۱۵) مولانا زین العابدین امین، مکتبجامعۃ الرشید کراچی، ۲۲ تا ۲۸ مئی ۲۰۱۳ء بمطابق ۱۱ تا ۱۷ رجب ۱۴۳۴ھ، ہفت روزہ شریعہ اینڈ بزنس شمارہ نمبر: ۱۹۔ ۱۶/۱

(۱۶) مولانا زین العابدین امین، مکتبجامعۃ الرشید کراچی، مئی تا ۴ جون۔ ۲۰۱۳ء بمطابق ۱۸ تا ۲۴ رجب ۱۴۳۴ھ، ہفت روزہ شریعہ اینڈ بزنس شمارہ نمبر: ۲۰۔ ۱۶/۶

(۱۷) مولانا زین العابدین امین، مکتبجامعۃ الرشید کراچی، مئی تا ۱۱ جون ۲۰۱۳ء بمطابق ۱۸ تا ۲۵ رجب تا شعبان ۱۴۳۴ھ، ہفت روزہ شریعہ اینڈ بزنس شمارہ نمبر: ۲۱۔ ۱۶/۱